بنی ہاشم کے لیے تھا وہ اگر چاہتے تو اس کی زد سے بڑی آسانی کے ساتھ بچ سکتے تھے۔ انہوں نے جنگ بدر میں بڑی جرأت کا مظاہرہ کیا لیکن جنگ احد میں بہ پیکر استقامت جس جبرت انگیز قوت ایمانی کے ساتھ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کے لیے سینہ سپر ہوا وہ فدائیت اور جان نثاری کی نہایت ہی درخشاں مثال ہے۔ احادیث میں آتا ہے کہ حضرت سعدؓ کا جسم دشمنوں کی تیر اندازی سے لہولہان ہوگیا لیکن وہ حضورؐ اور دشمنوں کے مابین ایک ڈھال بن کر کھڑے رہے۔ حضور سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان سے کتنی محبت تھی اس کا اندازہ اس امر سے لگایا جاسکتا ہے کہ رسالتماب صلی اللہ علیہ وسلم حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خود اپنے ترکش سے تیر نکال نکال کر دیتے اور فرماتے: میرے ماں باپ تم پر فدا، تیر چلاتے جاؤ۔

حضرت سعدؓ بن ابی وقاص ایک جری اور بہادر سپہ سالار ہونے کے علاوہ سیاسی اور اجتماعی معاملات میں بھی گہری بصیرت رکھتے تھے۔

یہ کتاب معلومات افزا ہونے کے علاوہ دلوں کو بھی گرمانے والی ہے۔ اس کے مطالعہ سے حق کی خاطر ایثار اور قربانی کا جذبہ بیدار ہوتا ہے۔ فاضل مصنف نے اس کتاب کو اس انداز سے مرتب کیا ہے کہ اس میں حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پاکیزہ زندگی کے حالات کے علاوہ اُس دورِ سعادت کا نقشہ بھی آگیا ہے جس میں اس قسم کی مقدس ہستیاں پیدا ہوئیں۔

انداز بیان دلکش اور رقت آمیز ہے۔ معیار طباعت و کتابت عمدہ ہے۔

فلسفہ ختم نبوت | تالیف: مولانا حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ۔

شائع کردہ: مسلم اکادمی وزیر پورہ سیالکوٹ۔ قیمت: ۳/۰ روپے صفحات: ۴۰

یہ کتابچہ مولانا سیوہاروی کا فکر انگیز مقالہ ہے جو انہوں نے قصص القرآن کی چوتھی جلد کے دوسرے ایڈیشن میں ایزاد کیا تھا۔ مسلم اکادمی سیالکوٹ نے اس موضوع کی افادیت کے پیش نظر اسے بڑے اہتمام کے ساتھ شائع کیا ہے۔ اس میں فلسفہ ختم نبوت کی وضاحت کے لیے وہی طرز استدلال اختیار کیا گیا ہے جو ڈاکٹر اقبال مرحوم نے اختیار کیا تھا کہ دنیا ترقی کرتے کرتے اس مقام پر پہنچ گئی تھی جہاں پوری نوع بشری ایک کنبہ کی حیثیت اختیار کر چکی تھی اس لیے اللہ تعالیٰ نے آخری نبی مبعوث فرما کر سلسلۂ نبوت اُن کی ذات مقدس پر ختم کر دیا۔ یہ استدلال گو بظاہر بڑا وزنی محسوس ہوتا ہے لیکن اس سے ذہنوں کی پوری طرح تشفی نہیں ہوتی اور اس سلسلے میں سب سے اہم سوال

(باقی بر صفحہ ۴۸)

(بقیہ اشارات) سزاؤں کے نفاذ کے خلاف ہو، ہماری نظر میں کسی فقیہہ کا قول نہیں گذرا جس سے ان کے اس دعویٰ کی تصدیق ہوتی ہو۔ الاستاذ مصطفیٰ زرقا، الاستاذ ابو زہرہ، مولانا مفتی محمد شفیع، مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی، اور مولانا مفتی عتیق الرحمٰن صاحب بھی وہ بلند پایہ فقہا ہیں جن کی دینی بصیرت پر اُمت مسلمہ کی عظیم اکثریت کو اعتماد ہے۔ ان حضرات نے سینکڑوں مسائل پر اپنی رائے کا اظہار کیا ہے جسٹس صاحب اگر کسی تقریر یا تحریر سے یہ ثابت کر دیں کہ یہ اصحاب بصیرت شرعی سزاؤں کے نفاذ کو آج کے دور میں غیر ضروری سمجھتے ہیں تو یہ ان کی بہت بڑی دینی خدمت ہوگی۔ ہمارے سامنے وقتاً فوقتاً ان حضرات کے جو خیالات آتے رہے ہیں ان سے تو یہی پتہ چلتا ہے کہ وہ مسلمان حکومتوں پر زور دیتے رہتے ہیں کہ وہ اپنے دائرہ اقتدار میں اسلامی نظام قائم کریں اور اپنی اپنی حدود میں نظام شرعی رائج کر کے خدا اور خلق کے سامنے سرخرو ہوں۔

جسٹس صاحب نے "جرم و سزا" پر جو بحث کی ہے وہ بھی اُن کی پریشان فکری کا ایک نادر نمونہ ہے۔ ان کا نقطہ نظر یہ ہے کہ مالک کائنات جو انتہائی رحیم و کریم ہے اور جس کے قبضۂ قدرت میں کائنات کی ہر شے ہے، اس سے یہ بات بعید ہے کہ وہ بے صبری کے عالم میں اس چند روزہ زندگی میں لوگوں پر سزائیں نافذ کرنے کا التزام کرے۔ دنیا میں کونسا ایسا شخص ہے جس سے چھوٹے بڑے گناہ سرزد نہ ہوتے ہوں۔ اگر ان سب گناہوں پر دنیوی زندگی ہی میں مواخذہ ہونے لگے تو کیا یہ دنیا دارالعذاب نہ بن جائے گی جو خدا کی شانِ کریمی کے منافی ہے۔ جسٹس صاحب کی تصریحات پر غور فرمائیں۔

> "سزا تو اس دنیوی زندگی میں نافذ نہیں کی جا سکتی (جس چیز کو ہم سزا) کہتے ہیں وہ اعمال بد کے قدرتی نتائج ہیں، اس لیے ان پر اصطلاحی معنوں میں سزا کا اطلاق نہیں ہو سکتا۔ خداوند تعالیٰ اپنی شانِ رحیمی میں (لوگوں کے) گناہوں سے صرف نظر کرتا ہے اور اُنہیں توبہ کے لیے بار بار مواقع فراہم کرتا ہے۔

ہم جسٹس صاحب کی خدمت میں بصد احترام عرض کرتے ہیں کہ وہ براہ کرم اپنے استدلال پر غور فرمائیں۔ چونکہ وہ قرآن کو دین میں حجت مانتے ہیں اور جو باتیں قرآن حکیم میں درج ہیں ان کی صحت پر ایمان رکھتے ہیں اس لیے ہم ان سے التجا کرتے ہیں کہ وہ اپنے اس موقف کا قرآن مجید کے احکام کی روشنی میں جائزہ لیں اور دیکھیں کہ ان کا یہ موقف کس قدر غلط ہے۔ اگر سزا کا اصل وقت اور مقام یہ ہے کہ انسان دنیوی زندگی کی سرحد عبور